# "ایھاالولد"

# امام محمد غزالی کی فکری و تعلیمی بصیرت کا تجزیہ اور عصر حاضر کے لیے اس کی معنویت

# Ayyuha al-Walad: An Analysis of Imam Muhammad al-Ghazali's Intellectual and Educational Insights and Their Relevance to the Contemporary Era

**Aainy Syed**
*MPhil Research Scholar, Institute of Islamic Studies and Sharia,*
*Muslim Youth University, Islamabad*
*Email: aainysyed9020@gmail.com*

**Abstract**
The book "Ayyuha al-Walad" is a letter written by Imam Muhammad al-Ghazali (رحمۃ اللہ علیہ) to one of his students who sought knowledge, practice, and spiritual development from the Imam. This student, after spending several years with Imam Ghazali and acquiring vast knowledge, questioned which among these sciences would benefit him on the Day of Judgment. He requested guidance and prayers from the Imam, mentioning that despite the extensive books authored by the Imam, he desired concise and practical advice .In response, Imam Ghazali penned a letter of advice to the student, which later became known as "Ayyuha al-Walad".
In this brief yet comprehensive book, Imam Ghazali highlights the true essence of Islam and its practical aspects in human life. Initially written in Arabic, this book has been translated into various languages. Imam Ghazali's style is simple, impactful, and filled with wisdom. Through reasoning and wisdom, he explained different facets of life to his student. His approach is based on advice and experience, using examples from the Qur'an and Hadith, along with logical arguments, to substantiate his points.
The primary objective of Ayyuha al-Walad is to emphasize the importance of combining knowledge with action and self-purification. Imam Ghazali offered this guidance to enlighten his student about the realities of this world so that one could achieve success both in this life and the Hereafter.
Ayyuha al-Walad serves as a valuable guide for youth, students, and seekers of faith. Imam Ghazali's advice helps individuals structure their lives positively and in accordance with Islamic principles. This book inspires readers to reform their souls and embark on the journey of attaining closeness to Allah.

**Keywords:** Ayyuha al-Walad, Imam Ghazali's Advice, Islamic Teachings, Knowledge and Practice, Spiritual Development, Qur'an and Hadith, Self-Purification, Islamic Lifestyle, Practical Wisdom, Success in Life and Hereafter

## تعارف

کتاب "ایھاالولد" امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اہم تحریر ہے، جو انہوں نے اپنے ایک شاگرد کے نام تحریر کی تھی۔ یہ کتاب ایک مختصر مگر جامع نصیحت نامہ ہے جس میں امام غزالی نے علم، عمل اور روحانیت کے اصل مقصد پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب کا پس منظر اس وقت سامنے آیا جب ایک شاگرد جو امام غزالی کے ساتھ طویل عرصے تک رہ کر علم حاصل کر چکا تھا، یہ سوال اٹھاتا ہے کہ ان علوم میں سے وہ کون سا علم ہے جو قیامت کے دن اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہو گا۔ اس سوال کے جواب میں امام غزالی نے اس کو نہ صرف علم کی حقیقت سے آگاہ کیا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس اور اخلاقی تربیت پر بھی زور دیا، تاکہ وہ دنیاو آخرت میں کامیاب ہو سکے۔ اس کتاب میں نہ صرف دینی تعلیمات پر مبنی نصائح دی ہیں، بلکہ دنیا کے فانی ہونے کی حقیقت اور انسان کی روحانی ترقی کے لیے اہم اقدامات کی وضاحت کی ہے۔ اس کا مقصد انسان کو حقیقت کی طرف راغب کرنا، دنیا کے عارضی جال سے بچانا، اور اسے اپنے اخلاقی وروحانی ارتقاء کے لیے تیار کرنا ہے۔

اس آرٹیکل میں امام غزالی کی کتاب "ایھاالولد" کا تفصیلی تجزیہ پیش کیا جائے گا۔ اس کتاب کو ایک رہنمائی کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جس میں امام غزالی نے اپنے شاگرد کو عملی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے چند اہم نصائح فراہم کی ہیں۔ اس آرٹیکل میں اس کتاب کے مواد کا عصر حاضر کے تناظر میں تجزیہ کیا جائے گا، جس میں امام غزالی کے فلسفہ علم، تزکیہ نفس، اور روحانی تربیت کے پہلوؤں کو اُجاگر کیا جائے گا۔

## ضرورت اوراہمیت

کتاب "ایھاالولد" امام غزالی کی اہم روحانی رہنمائی ہے جو نوجوانوں، طلباء اور دین کے طلبگاروں کے لیے ایک قیمتی ہدایت ہے۔ امام غزالی کی نصیحتیں انسان کو اسلام کے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے، نفس کی اصلاح اور اللہ کی قربت حاصل کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔ یہ کتاب عصر حاضر میں دنیاوی مفادات اور مادی ترقی کے دور میں یاد دلاتی ہے کہ اصل کامیابی روحانیت، تزکیہ نفس اور اخلاقی ترقی میں ہے۔ اس آرٹیکل میں ہم امام غزالی کے پیغام کو سمجھنے کی کوشش کریں گے اور یہ جانچیں گے کہ نوجوان اور علماء "ایھاالولد" کی تعلیمات کو کس طرح اپنی زندگیوں میں شامل کر سکتے ہیں تاکہ وہ دینی، دنیاوی اور اخلاقی کامیابی حاصل کر سکیں۔

## سابقہ تحقیقی کام کا تجزیہ

سابقہ تحقیقی کاموں نے امام غزالی کی کتاب ایھاالولد کی فکری، اخلاقی، اور روحانی تعلیمات پر توجہ مرکوز کی ہے، اور ان کا مقصد امام غزالی کی تعلیمات کی جامع تفہیم اور ان کی افادیت کو اجاگر کرنا تھا۔ زیادہ تر تحقیقات میں امام غزالی کے پیغامات کی تاریخی، فلسفیانہ، اور اصولی تشریحات کی گئی ہیں، جس میں ان کی فکری بصیرت اور اخلاقی نصیحتوں کو واضح کیا گیا۔ ان تحقیقات نے امام غزالی کی تعلیمات کو ان کے زمانے کے تناظر میں سمجھا اور ان کے فلسفہ و روحانیت کی تشریح کی، مگر عصر حاضر کے مسائل اور چیلنجز پر کم توجہ دی گئی۔

اکثر تحقیقات میں امام غزالی کی عربی متون پر زور دیا گیا اور ان کی تعلیمات کو مثبت زاویے سے پیش کیا گیا۔ تاہم، ان تحقیقات میں امام غزالی کی تعلیمات کا عملی اطلاق اور موجودہ دور کے معاشرتی اور ثقافتی تناظر میں ان کی افادیت پر کم روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان تحقیقات نے امام غزالی کے افکار کی اخلاقی و روحانی افادیت کو نمایاں کیا، لیکن ان کی تعلیمات کو موجودہ دور کے مسائل سے جوڑنے کی ضرورت ہے، جس کے لیے نئی تحقیق کی اہمیت بڑھتی ہے۔

سابقہ تحقیقی کاموں نے امام غزالی کی کتاب ایھاالولد کی فکری، اخلاقی، اور روحانی تعلیمات پر توجہ مرکوز کی ہے، اور ان کا مقصد امام غزالی کی تعلیمات کی جامع تفہیم اور ان کی افادیت کو اجاگر کرنا تھا۔ زیادہ تر تحقیقات میں امام غزالی کے پیغامات کی تاریخی، فلسفیانہ، اور اصولی تشریحات کی گئی ہیں، جس میں ان کی فکری بصیرت اور اخلاقی نصیحتوں کو واضح کیا گیا۔ ان تحقیقات نے امام غزالی کی تعلیمات کو ان کے زمانے کے تناظر میں سمجھا اور ان کے فلسفہ و روحانیت کی تشریح کی، مگر عصر حاضر کے مسائل اور چیلنجز پر کم توجہ دی گئی۔

اکثر تحقیقات میں امام غزالی کی عربی متون پر زور دیا گیا اور ان کی تعلیمات کو مثبت زاویے سے پیش کیا گیا۔ تاہم، ان تحقیقات میں امام غزالی کی تعلیمات کا عملی اطلاق اور موجودہ دور کے معاشرتی اور ثقافتی تناظر میں ان کی افادیت پر کم روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان تحقیقات نے امام غزالی کے افکار کی اخلاقی و روحانی افادیت کو نمایاں کیا، لیکن ان کی تعلیمات کو موجودہ دور کے مسائل سے جوڑنے کی ضرورت ہے، جس کے لیے نئی تحقیق کی اہمیت بڑھتی ہے۔

## اسلوب و منہج

اس تحقیق کا اسلوب و منہج تجزیاتی اور تطبیقی نوعیت پر مبنی ہو گا۔ امام غزالی کی کتاب ایھاالولد کی تعلیمات کا مطالعہ موجودہ دور کے مسائل، جیسے دنیاوی ترقی اور اخلاقی انحطاط، کے تناظر میں کیا جائے گا۔ تحقیق میں سوشیل سائنسز، نفسیات، اور دیگر شعبوں کا استعمال کرتے ہوئے امام غزالی کی نصیحتوں کے عملی اطلاق اور ان کی افادیت پر توجہ دی جائے گی۔ اس میں ان کی تعلیمات پر تنقیدی نظر بھی ڈالی جائے گی تاکہ ان کے اصولوں کی تطبیق میں سامنے

آنے والی مشکلات کو سمجھا جا سکے۔ علاوہ ازیں، امام غزالی کی تعلیمات کو مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے مختلف ثقافتوں میں ان کی عالمگیر افادیت کو اجاگر کیا جائے گا۔ اس تحقیق کا مقصد امام غزالی کی رہنمائی کو موجودہ دور میں مفید بنانا اور اس کا عملی اطلاق نوجوانوں اور مسلمانوں کی روحانی اور اخلاقی ترقی میں کرنا ہے۔

## مصنف کا تعارف:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، جن کا پورا نام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی تھا، (450ھ-505ھ) طوس میں پیدا ہوئے۔ امام غزالی کو "غزالی" کہنے کی وجہ ان کے خاندان کا تعلق ان کے آبائی شہر "طوس" کے قریب واقع ایک بستی "غزال" یا "غزلان" سے تھا۔ بعض روایات کے مطابق، امام غزالی کے والد کا پیشہ غزل (اون یا ریشمی دھاگہ بنانے) سے منسلک تھا، اس لئے انہیں "غزالی" کہا جانے لگا۔ تاہم زیادہ مستند رائے یہ ہے کہ "غزالی" کا لفظ ان کے آبائی علاقے سے نسبت کو ظاہر کرتا ہے۔

امام غزالی اسلامی فلسفہ، تصوف، فقہ، اور کلام کے ماہر تھے۔ امام غزالی کا شمار عظیم مسلم مفکرین میں ہوتا ہے، جنہوں نے اپنے وقت کے مشہور علمی مراکز میں تعلیم حاصل کی اور بعد میں بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں تدریسی فرائض انجام دیے۔ امام غزالی نے فلسفہ، معتزلہ اور باطنیہ کے مختلف مکاتب فکر کا گہرا مطالعہ کیا، مگر بعد میں آپ نے تصوف اور روحانیت کی طرف رجحان پیدا کیا تاکہ دین کو حقیقی طور پر سمجھا جا سکے۔ تصوف میں ایک متوازن اور شریعت پر مبنی نقطہ نظر پیش کیا جس نے انہیں حجۃ الاسلام کا لقب دلایا۔

## اساتذہ و شیوخ:

امام محمد غزالی نے اپنے دور کے ممتاز اساتذہ سے تعلیم حاصل کی تھی، جن کی بدولت وہ علم اور تصوف میں نمایاں مقام حاصل کر سکے۔ ان کے چند مشہور اساتذہ یہ ہیں:

1. امام احمد بن محمد الراذکانی
2. امام ابو نصر الاسماعیلی
3. .امام الجوینی (امام الحرمین

## تلامذہ:

1. ابو بکر ابن العربی
2. عبد الغافر فارسی
3. احمد بن محمد الغزالی (امام غزالی کے اپنے چھوٹے بھائی)

4. ابو الحسن البصری

5. علی بن محمد البزدوی

## علمی خدمات:

امام غزالی کی علمی خدمات نے اسلامی فکر اور فلسفے میں گہرے اثرات چھوڑے۔ انہوں نے اسلامی عقائد کو محفوظ رکھنے کے لیے یونانی فلسفے پر تنقید کی اور اسلامی اصولوں کو عقلی بنیاد فراہم کی۔ تصوف میں، "احیاء علوم الدین" جیسی کتب کے ذریعے روحانیت اور اخلاقیات کو فروغ دیا۔ فقہ اور اصول فقہ میں انہوں نے شریعت کی گہرائیوں کو بیان کیا۔ تعلیم میں اصلاحات پیش کرتے ہوئے انہوں نے دینی اور اخلاقی تربیت کو اہمیت دی۔ ان کی تصانیف جیسے "تہافت الفلاسفہ" اور "ایھاالولد" آج بھی اسلامی دنیا میں فکری و عملی رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔

## تصنیفات

آپ کی مشہور تصانیف میں احیاء علوم الدین، تہافت الفلاسفہ، اور المنقذ من الضلال شامل ہیں، جنہوں نے فلسفہ، اخلاقیات، اور اسلامی تصوف کے میدان میں نمایاں اثرات مرتب کیے۔ امام غزالی کی علمی اور فکری خدمات نے اسلامی دنیا میں فکری بحران کا مقابلہ کرنے میں مدد دی اور ان کی کتب کو آج بھی اسلامی تعلیمات میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

## امام غزالی کے فلسفے پر تنقید

امام غزالی کی تعلیمات نے اسلامی فکر اور فلسفہ پر عموماً مثبت اور گہرے اثرات مرتب کیے، مگر کچھ نقادوں کے نزدیک ان کی بعض تعلیمات نے منفی اثرات بھی ڈالے۔ اس میں سب سے نمایاں نکتہ ان کی فلسفے پر تنقید ہے، جسے انہوں نے اپنی کتاب تہافت الفلاسفہ میں بیان کیا۔ اس کتاب میں امام غزالی نے یونانی فلسفہ اور اس کی اسلامی فکر میں دراندازی کے خلاف شدید موقف اختیار کیا، جس کے نتیجے میں بعد میں آنے والے علماء میں فلسفے کے مطالعے کا رجحان کم ہوا۔ بعض نقادوں کا کہنا ہے کہ اس نے عقلی علوم کے فروغ کو محدود کر دیا اور سائنس اور فلسفہ کی ترقی میں رکاوٹ ڈالی، جس کے اثرات صدیوں تک باقی رہے۔

ایک اور نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ امام غزالی کی تصوف پر زور دینے والی تعلیمات نے مسلمانوں میں زہد و ترک دنیا کی روایات کو فروغ دیا، جس کی وجہ سے عملی زندگی میں حصہ لینے اور دنیوی ترقی حاصل کرنے کی رغبت کم ہوگئی۔ بعض ناقدین کے مطابق اس نے اسلامی معاشروں میں عملی فکر کی بجائے صوفیانہ طرزِ زندگی کو زیادہ اہمیت دی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم دنیا میں اجتماعی ترقی اور دنیاوی میدان میں جدت پسندی میں کمی واقع ہوئی۔ البتہ، یہ

بات یاد رکھنی چاہیے کہ امام غزالی کا مقصد دین کو صحیح انداز میں پیش کرنا تھا، اور ان کی تعلیمات کا اثر معاشرتی اور تاریخی عوامل سے بھی جڑا ہوا ہے۔

## امام غزالی کا اسلوب اور منہج

امام غزالی کا اسلوب بہت سادہ، مگر اثر انگیز اور حکمت سے بھرپور ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں استدلال اور حکمت کا استعمال کرتے ہوئے اپنے شاگرد کو زندگی کے مختلف پہلوؤں سمجھائے۔ امام غزالی کا انداز نصیحت اور تجربہ پر مبنی ہے۔ وہ قرآن وحدیث سے مثالیں دے کر اور عقلی دلائل کے ذریعے اپنے مؤقف کو ثابت کرتے ہیں۔

## کتاب کے موضوعات

کتاب کے موضوعات درج ذیل ہیں:

1- خط کا تمہیدی حصہ اور سوالات کے جوابات، حکایت، طالب/سالک کے لیے باطنی شرائط: شیخ کے اوصاف، تصوف کی حقیقت، بندگی کی حقیقت، توکل کی حقیقت، اخلاص کی حقیقت

2- آٹھ نصیحتیں: مناظرہ کا اصول: مریض کی اقسام، نصیحت بقدر ظرف، نصیحت کے قابل شخص، وعظ کی حقیقت، امراء اور بادشاہوں سے دور رہنا، حاکموں کے تحفے قبول نہ کرنا، اللہ تعالی سے تعلق کا طریقہ، اللہ کے بندوں سے تعلق کا طریقہ، مطالعہ کی تلقین، خوراک کا ذخیرہ نہ کرنا، دعا (نماز کے بعد پڑھنے کی تلقین)

### 1) خط کا تمہیدی حصہ اور سوالوں کے جوابات

کتاب ایھا الولد میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد کے خط کے جواب میں دعائیہ کلمات لکھنے کے بعد ان کے سوالات کے جوابات دیئے اور سمجھانے کے لیے کچھ حکایت، اصطلاحات اور مثالیں دے کر وضاحت فرمائی۔

اس خط یعنی کتاب کے ابتدائی حصہ میں امام غزالی نے تمہیدی طور پر کچھ احادیث اور قرآنی آیات شامل کی ہیں، جس کا مقصد اپنے شاگرد کو اس کی عملی زندگی میں رہنمائی کی فرمائش اور دنیا و آخرت میں کامیابی کے لیے نصیحت کی طلب کی اہمیت واضح کی ہے۔ امام غزالی نے اس بات کی وضاحت کی کہ نصیحتوں کا اصل سرچشمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور سنت ہیں، جنہیں اسلامی تعلیمات میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ امام غزالی نے اپنی کتاب میں ایسی نصیحتیں پیش کی ہیں جو اسلامی نقطہ نظر سے گہری معنویت رکھتی ہیں، جیسے کہ: "غیر ضروری باتوں سے اجتناب"، جو زندگی میں مقصدیت اور روحانیت کو بڑھاتا ہے۔ اس نصیحت کا مفہوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے لیا گیا ہے:

"عَلَامَةُ إِعْرَاضِ اللّٰهِ مَنِ الْعَبْدِ اشْتِمَالُهُ بِمَا لَا يَعْنِيهِ وَانِ امْرَ أَذْهَبَتْ سَاعَتُهُ مِنْ عُمْرِهِ فِي غَيْرِ مَا يُخْلَقُ لَهُ لِحَرِى أَنْ يَقُولَ عَلَيْهِ حَسْرَةٌ"

بندے کا غیر مفید کاموں میں مشغول ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے اپنی نظر عنایت پھیر لی ہے، اور جس کام کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا ہے اگر اس کے سوا کسی اور کام میں ایک لمحہ بھی صرف ہوا تو یہ بڑی حسرت کی بات ہے ۔

جس کا ذکر سنن ترمذی میں ملتا ہے، تاہم امام غزالی نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ مستند کتب میں بعینہ نہیں پائے جاتے۔[1]

اسی طرح، امام غزالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث کا ذکر کیا:

"مَنْ جَاوَنَ الْأَرْبَعِينَ سِنَةٌ وَلَمْ يَغْلَبُ خَيْرُهُ عَلَى شَرِهِ فَلْيَتَجَهَّنَ إِلَى النَّارِ . "

جس شخص کا حال چالیس سال کی عمر کے بعد بھی یہ ہو کہ اس کی برائیوں پر بھلائیاں غالب نہ ہوں تو اسے دوزخ میں جانے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

اگرچہ یہ نصیحت بھی احادیث کے عمومی مفہوم سے قریب ہے، مگر اس کی سند ضعیف اور غیر مستند مانی گئی ہے۔ علماء نے اس روایت کو ضعیف یا موضوع قرار دیا ہے، کیونکہ اس کی اسناد میں کمزوری پائی جاتی ہے اور راویوں پر تنقید کی گئی ہے۔[2] یہ روایت قاری کو اس بات کی یاد دہانی کراتی ہیں کہ حقیقی کامیابی اسی میں ہے کہ انسان اپنے اعمال کا جائزہ لے اور اپنی زندگی کو اللہ کی رضا اور اخروی کامیابی کے لیے وقف کرے۔

آگے امام غزالی اپنے شاگرد کو سمجھانے کے انداز میں کہتے ہیں کہ نصیحت کرنا آسان ہے مگر عمل مشکل ہے۔یعنی اپنے علم کو محض نظریات اور بحث و مباحثے تک محدود نہ رکھیں، بلکہ اس سے اپنی زندگی اور اخلاقیات میں حقیقی بہتری لائیں۔ اسی طرح دنیاوی علوم اور حکمت کے پیچھے چلنے والے اکثر لوگوں کے دل دنیاوی خواہشات اور نفس کی خواہشات میں جکڑے ہوتے ہیں، جس کے باعث نصیحت ان پر اثر نہیں کرتی۔

انہوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ علم کو محض دنیاوی مقام و مرتبہ یا فخر کے لیے حاصل نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس پر عمل بھی ضروری ہے، ورنہ آخرت میں ایسے عالم سخت عذاب کے مستحق ہوں گے۔ اس سلسلے میں امام صاحب نے جو حدیث:

"إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ القيامة عالم لوين الله علوم"

قیامت میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہو گا جسے اللہ تعالیٰ نے اُس نے حاصل کیے ہوئے علم سے فائدہ نہ پہنچایا ہو۔

ذکر کی ہے، اس کے بعض طرق کو بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔(3)

امام غزالی حضرت جنید بغدادی کی مثال دیتے ہیں کہ انہیں خواب میں بتایا گیا کہ ان کی نجات ان دو رکعتوں کی وجہ سے ہوئی جو وہ تہجد میں پڑھتے تھے۔ حضرت جنید بغدادی کے واقعے میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ اصل کامیابی اور فائدہ وہ عبادت ہے جو انسان کو اللہ کے قریب لے آئے۔ آج کے دور میں، نفس کی تربیت، علم پر عمل، اور خالص عبادات کی اہمیت کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ہماری فلاح و کامیابی کے لیے انتہائی ضروری ہے۔، امام غزالی مزید بیان کرتے ہیں کہ علم بغیر عمل کے قیامت کے دن فائدہ نہیں دے گا۔ وہ مثال دیتے ہیں کہ جیسے جنگل میں شیر کے سامنے تلواریں اور ہتھیار ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی انہیں استعمال نہ کرے تو وہ اس سے محفوظ نہیں رہ سکتا، اسی طرح علم بھی بغیر عمل کے بے فائدہ ہے۔ اسی طرح کوشش کے بغیر کچھ نہیں ملتا کہ جیسے کوئی بیماری کا علاج جان کر بھی دوائی نہ لے تو شفا نہیں ملتی، ویسے ہی علم کا محض جاننا فائدہ مند نہیں جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے۔ اور ریاکاری کے لیے کیے گئے اعمال اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں۔ یعنی علم اور عمل دونوں کا توازن ضروری ہے، اور اپنی زندگی کو صرف علم سے نہیں بلکہ اس علم کے مطابق عمل سے بھی بہتر بنانا چاہیے۔ آج کے دور میں، جہاں دنیاوی ترقی اور مادی کامیابی کا رجحان بڑھ چکا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اصل کامیابی وہ ہے جو ہمارے ایمان اور عمل سے جڑی ہو، اور جو ہمیں اللہ کے قریب لے جائے۔

امام صاحب لکھتے ہیں کہ ہر انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا، اور قیامت کے دن نیکی یا گناہ کا بدلہ ملے گا اس لیئے آخرت پر ایمان نیک اعمال کا سبب ہے اس کے ساتھ انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ ایمان لانے کے ساتھ نیک اعمال کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ ایمان اور اعمال کا تعلق بنیادی ہے۔ ایمان کا حقیقی اثر نیک عمل میں ظاہر ہوتا ہے۔ شرک سے بچنا اور توبہ کی کثرت ہمیں خطاؤں سے بچنے اور اللہ کی رضا کی طرف گامزن ہونے کی راہ دکھاتی ہے۔ اس سلسلے میں امام صاحب نے یہ حدیث پیش کی:

> اللَّيْسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْأَحْمَقُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَ تَمَنَّى عَلَى اللَّهِ الأماني وَفِي رِوَايَةِ عَلَى اللهِ الْمَغْفِرَةِ.(4)
>
> عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اپنے تابع کر لیا اور مرنے کے بعد آخرت کے لئے عمل کیا، اور بے عقل و احمق وہ ہے جس نے اپنے نفس کو میں ہوس الذات شہوات اور خواہشات کا تابع کیا اور خیال یہ ہے کہ اللہ میرے ساتھ ہے۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ وہ اللہ تعالی کی بخشش کی خواہش کرتا ہے۔

امام صاحب نے ارکان اسلام [5] اور خاص طور پر ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کا ذکر حدیث کے طور پر کیا ہے:

"الْإِيمَانُ اقْرَارُ بِالِلّسَانِ وَتَصْدِيقٌ بِالْجَنَانِ وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ"

ایمان زبان سے قبول کرنے اور دل سے ماننے اور ارکان پر عمل کرنے کو کہتے ہیں۔

امام غزالی نے یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا ہے لیکن در حقیقت یہ قول امام احمد بن حنبل کا ہے۔[6] اور کہا کہ عمل کے بغیر ایمان بھی ناقص ہے۔ اور جنت میں داخلے کا ذریعہ صرف اللہ کی رحمت ہے، اور بندہ اپنی عبادات اور نیک اعمال کے ذریعے اللہ کی رحمت کا مستحق بنتا ہے۔ کہ محض اللہ سے جنت کی امید رکھنا کافی نہیں، بلکہ اعمال کی ضرورت ہے۔ حضرت علی اور حسن بصری کی اقوال سے وہ یہ وضاحت کرتے ہیں کہ نیک اعمال کے بغیر جنت کی خواہش گمراہی ہے۔ لہٰذا ایمان اور اللہ کی رحمت پر یقین کے ساتھ ساتھ، ہمیں عملی زندگی میں بھی دین کے تقاضے پورے کرنے کی ضرورت ہے۔ آج جب بہت سے لوگ دین کی باتوں کو صرف عقیدے تک محدود رکھتے ہیں ۔ ہمیں چاہیے کہ ہم خود احتسابی کریں، اپنی زندگی میں عبادات اور اخلاق کو شامل کریں، اور جنت کی خواہش کو صرف عقیدے پر نہیں بلکہ عملی کوشش پر مبنی رکھیں۔ اس حوالے سے امام غزالی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کرتے ہیں لیکن در حقیقت یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے [7]

"حَاسِبُوا قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا وَزِنُوا قَبْلَ أَنْ تُوزَنُوا"

قیامت کے دن تم سے حساب لیا جائے اس سے پہلے تم اپنے آپ (نفس) سے حساب لے لو۔

یہاں امام صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نقل کرتے ہیں:

الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْأَحْمَقُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَ تَمَنَّى عَلَى اللَّهِ الأماني وَفِي رِوَايَةٍ عَلَى اللهِ الْمَغْفِرَةِ.

عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اپنے تابع کر لیا اور مرنے کے بعد آخرت کے لئے عمل کیا، اور بے عقل و احمق وہ ہے جس نے اپنے نفس کو میں ہوس الذات شہوات اور خواہشات کا تابع کیا اور خیال یہ ہے کہ اللہ میرے ساتھ ہے۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بخشش کی خواہش کرتا ہے۔ [8]

یہ نصیحت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ علم حاصل کرنے کا مقصد عمل کرنا اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ضروری ہے۔ موجودہ دور میں، جہاں علم کو اکثر شہرت، دولت اور دنیاوی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، یہ پیغام ہمیں اپنی نیتوں کو خالص رکھنے اور علم کو اصلاح نفس اور آخرت کی تیاری کے لیے بروئے کار لانے کی طرف متوجہ

کرتا ہے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ریاکاری اور دکھاوے سے بچتے ہوئے حقیقی اخلاص کے ساتھ اللہ کی بندگی اور نیک اعمال کو زندگی کا حصہ بنانا چاہیے۔ کیونکہ

عمل کے بغیر علم محض دیوانگی ہے۔ علم وہ جو ہمیں گناہ سے دور اور اللہ کی اطاعت کی طرف راغب کرے؛ بصورت دیگر، ایسا علم قیامت کے دن فائدہ نہیں دے گا۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ عبادت کا مقصد اللہ کے قرب کا حصول ہے، اور اس کے لئے رات کے اوقات میں عبادت اور استغفار کو اہمیت دی گئی ہے۔ اور اطاعت وعبادت وہی معتبر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہو، ورنہ وہ عبادت نہیں بلکہ گمراہی کہلائے گی۔ اور انسان عمل کے مطابق بدلہ پائے گا۔ اس حوالے سے امام صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نقل کرتے ہیں:

"عِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَيِّتَ وَ احْبِبْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقَهٌ وَاعْمِلُ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ تَجرى به ."

(اے انسان) تو اپنی زندگی جیسے چاہے ویسے یسے گزارد مگر یہ خبر زیہ خیال رہے) کہ تجھے مرنا ہے، اور جس سے چاہے محبت کر (مگر یہ خیال رکھا کہ تجھے اس سے جدا ہوتا ہے، اور جیسا چاہے ویسا عمل کرد مگر یہ خیال رکھو کہ تجھے اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔

امام غزالی نے یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا ہے لیکن یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے[9]

اسی طرح، خواہشاتِ نفس اور نفسانی لذات کو مجاہدے کے ذریعے ختم کیا جائے تاکہ حقیقی معرفت حاصل ہو سکے۔ عشق و محبت ایک داخلی تجربہ ہے جو خود ہی ظاہر ہوتا ہے۔ آج کے مادی دور میں، جہاں دنیاوی خواہشات اور نفسانی لذتوں کا غلبہ ہے، ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے روحانی محنت اور ضبطِ نفس کی اشد ضرورت ہے۔ امام صاحب کی نصیحتوں میں علم کی کثرت پر نہیں، بلکہ روحانی بصیرت، عملی اطاعت، اور اللہ کے خوف کی بنیاد پر زندگی گزارنے پر زور دیا گیا ہے۔ یہ اصول ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ اللہ کے راستے پر چلنے کے لیے خالص توبہ، حقوق العباد کی ادائیگی، اور شریعت کا لازمی علم بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں ان اصولوں پر عمل کر کے انسان نہ صرف دنیاوی زندگی میں توازن حاصل کر سکتا ہے، بلکہ آخرت میں بھی حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ امام صاحب نے اللہ کی راہ میں چلنے کے بنیادی چار اصول بتائے: خوفِ خدا، خالص توبہ، حقوق العباد کی ادائیگی، اور شریعت کا لازمی علم۔ اور یہ واضح کیا کہ حقیقت کو جاننے کے لیے کثرتِ علم ضروری نہیں، بلکہ عمل اور روحانی بصیرت اہم ہے۔ شریعت کا بنیادی علم حاصل کرنا ضروری ہے، تاکہ اللہ کے احکامات کی اطاعت کی جا سکے

۔اسی طرح اللہ کے راستے پر چلنے والے کے لیے کچھ بنیادی اصول ہیں: خوف خدا اور بدعت سے اجتناب، ایسی توبہ کہ دوبارہ گناہ کی طرف نہ لوٹے، کسی کا حق ادا کرنے میں کمی نہ ہو۔

امام صاحب کی یہ باتیں عبادت اور روحانیت کا حقیقی مفہوم سمجھاتی ہیں۔ ان کے مطابق اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے عبادت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہونا ضروری ہے، ورنہ یہ گمراہی بن جاتی ہے۔ نفس کی خواہشات اور دنیاوی لذتوں پر قابو پانے کے لیے مجاہدہ اور ضبطِ نفس کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے، تاکہ بندہ معرفتِ الٰہی کے مقام تک پہنچ سکے۔ آج کے مادی دور میں، جہاں نفسانی خواہشات کا غلبہ ہے، روحانی ترقی کے لیے علمی کثرت کے بجائے عملی اطاعت اور بصیرت پر توجہ دینی چاہیے۔ یہ نصیحتیں ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ خالص توبہ، خوفِ خدا، اور شریعت کے مطابق زندگی گزار کر ہی حقیقی کامیابی اور اللہ کا قرب حاصل کیا جاسکتا ہے۔

### حکایت:

امام صاحب حضرت شقیق بلخی[10] کے شاگرد حضرت حاتم اصم[11] کی حکایت جس میں حاتم نے اپنے شیخ شقیق بلخی کے 30 سالہ صحبت سے حاصل کردہ آٹھ اسباق کو بیان کیا ہے، پیش کرتے ہیں۔ جنہیں انہوں نے اپنی زندگی میں کامیابی اور آخرت میں نجات کا ذریعہ سمجھا۔ یہ اسباق زندگی کے مختلف پہلوؤں کو محیط ہیں، جیسے کہ: بہترین محبوب صرف نیک اعمال ہیں، خواہشاتِ نفس کی پیروی سے بچنا، دنیاوی مال و دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، عزت کا حقیقی معیار تقویٰ ہے، حسد اور بغض سے اجتناب، دشمنی صرف شیطان سے، اللہ پر توکل، اور اپنے شیخ کامل کے ساتھ مضبوط تعلق۔

یہ حکایت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ انسان کو اپنی توجہ اعمال، تقویٰ، اور اخلاص پر مرکوز رکھنی چاہیے اور دنیاوی دولت و شہرت کے بجائے اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ آج کے مادی دور میں، جہاں دنیاوی کامیابیاں زندگی پر حاوی ہیں، یہ پیغام روحانیت، نفس کی تربیت، اور نیکی کے اصولوں کو اپنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس کے لیے کسی رہنما یا مرشد کی رہنمائی بھی ضروری ہے، جو انسان کو صراطِ مستقیم پر چلنے میں مدد دے۔ یہ نصیحت ہمیں سمجھاتی ہے کہ دین میں علم سے زیادہ اخلاص اور عمل کی اہمیت ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ شریعت کا بنیادی علم حاصل کرے، اللہ کی نافرمانی سے بچے، اور اپنی زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق گزارے۔ دنیاوی علم اور لذتوں میں گم ہونے کے بجائے، اخروی کامیابی کی تیاری کرتے ہوئے تقویٰ اور خوفِ خدا کو ہمیشہ مقدم رکھنا چاہیے تاکہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی مل سکے۔

## 1) طالب / سالک کے لیے باطنی شرائط[12]

خط کے اس حصے میں امام صاحب اپنے شاگرد کو بتاتے ہیں کہ روحانی ترقی اور فطرت کی بہتری کے لیے درست رہنمائی کا حصول ضروری ہے۔ اور اس کے لیے پانچ چیزیں لازم قرار دی: ایک صالح شیخ یا استاد کا انتخاب، دوسری تصوف کی حقیقت، بندگی کی حقیقت، توکل کی حقیقت، اور اخلاص کی حقیقت کو جاننا۔ جو ہمارے عقائد کو مضبوطی فراہم کرتے ہیں۔

### 1۔ شیخ کامل کے اوصاف

اور ان کی پیروی کے آداب کو مختصر انداز میں واضح کرتے ہوئے بتاتے ہیں۔ کہ ایک حقیقی شیخ وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہو، دنیاوی خواہشات سے پاک ہو، علم و تقویٰ میں بلند ہو، اور عمدہ اخلاق کا حامل ہو۔ اگر کسی کو مذکورہ خصوصیات کا حامل شیخ مل جائے تو مرشد کی صحبت میں رہنے والے مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے شیخ کا ادب کرے۔ ادب کے دو پہلو ہیں: ظاہری اور باطنی۔ ظاہری آداب میں یہ شامل ہے کہ مرید بحث و مباحثے سے گریز کرے، شیخ کی کسی غلطی پر اعتراض نہ کرے، نماز میں شیخ کے سامنے درست طریقے سے عمل کرے، اور شیخ کے احکامات کی پوری پیروی کرے۔ باطنی آداب یہ ہیں کہ شیخ کے اقوال و افعال میں شک نہ رکھے، کیونکہ اس سے منافقت کا گمان ہوتا ہے؛ بدکردار اور جاہل لوگوں کی صحبت سے دور رہے؛ اور خوشحالی کے بجائے مسکینی اور درویشی کو ترجیح دے۔ یہ سات اصول اللہ کی راہ پر چلنے والے ہر طالب علم کے لیے لازم ہیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر مرید حقیقی روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔

یہ نصیحت ہمیں رہنما کے کردار اور اوصاف کی اہمیت یاد دلاتی ہے، جو ہماری زندگیوں پر گہرے اثرات ڈالتے ہیں۔ روحانی ترقی اور فطرت کی اصلاح کے لیے درست رہنمائی ضروری ہے۔ صالح شیخ کی پیروی سے نہ صرف ہمارے عقائد مضبوط ہوتے ہیں بلکہ ظاہری و باطنی آداب کی پابندی ہمیں فتنوں اور شیطانی اثرات سے محفوظ رکھتی ہے۔ موجودہ دور میں، جہاں مختلف نظریات اور فکری انحرافات کا غلبہ ہے، ایسے رہنماؤں کی پیروی ہمارے ایمان کو مستحکم اور ہمیں فتنوں سے بچاتی ہے۔

اس لیے ہمیں ایسے صالح شیخ یا استاد کی پیروی کرنی چاہیے۔ ان کی مثبت مثالیں اختیار کر کے ہم اپنے اندر اخلاقی فضائل پیدا کر سکتے ہیں اور اصل کامیابی مادی خوشحالی میں نہیں، بلکہ روحانی خوشحالی کی تلاش میں ہے۔ ہمیں

اپنی اخلاقی و روحانی تربیت کی طرف متوجہ رہنا چاہیے اور بد کردار افراد سے دور رہنا چاہیے تاکہ ہم اللہ کی رضا اور حقیقی کامیابی حاصل کر سکیں۔

2۔ امام صاحب **تصوف** کی حقیقت کو سمجھاتے ہوئے بتاتے ہیں کہ تصوف دراصل دو اہم خصلتوں پر مشتمل ہے: ایک اللہ سے وفاداری اور دوسری اللہ کی مخلوق سے بھلائی۔ صوفی وہ ہے جو شریعت پر عمل پیرا ہو اور مخلوق سے ہمدردی اور خیر خواہی کرے۔ اللہ سے وفاداری کا مطلب اپنی خوشیوں اور خواہشات کو اللہ کی رضا کی خاطر قربان کرنا ہے، جبکہ لوگوں سے بھلائی یہ ہے کہ ان کے ساتھ تعلقات میں ذاتی مفاد سے بالاتر ہو کر، صرف ان کی فلاح اور خیر خواہی کے لیے برتاؤ کیا جائے۔

تصوف کا یہ تصور ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ کے راستے پر چلنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان خود غرضی سے بچتے ہوئے، اپنی نیت میں خلوص اور صدق اختیار کرے اور بھلائی کے کام شریعت کے مطابق کرے۔ یہ اصول ہمیں یاد دلاتا ہے کہ تصوف دراصل عمل اور سادگی کا راستہ ہے، جس میں اللہ کی رضا اور مخلوق کی خدمت اصل مقصود ہے۔

3۔ اس کے بعد امام صاحب **توکل** کا مطلب بتاتے ہیں کہ انسان کو اللہ کی تقدیر پر مکمل بھروسہ ہو، یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ اس کی تقدیر میں لکھ چکا ہے، وہ اسے ضرور ملے گا، اور جو کچھ تقدیر میں نہیں لکھا، وہ کسی بھی کوشش سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

توکل ایک اہم روحانی اصول ہے جس کا مطلب ہے کہ انسان اپنی محنت کے بعد اللہ کی تقدیر پر بھروسہ کرے، نہ کہ صرف دنیاوی اسباب پر انحصار کرے۔ تاہم، کچھ لوگ توکل کو سستی اور بے عملی کا جواز سمجھ کر محنت چھوڑ دیتے ہیں، جو کہ روحانی کمزوری اور معاشرتی زوال کا باعث بن سکتا ہے۔ توکل کا صحیح مفہوم انسان کو اپنی کوششوں کے ساتھ اللہ پر اعتماد رکھنے کی ترغیب دیتا ہے، جس سے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے توکل کو اس کے اصل مفہوم میں سمجھنا ضروری ہے، تاکہ فرد اور معاشرے کی اخلاقی ترقی ممکن ہو سکے۔ تاہم، توکل کے بارے میں کچھ منفی تصورات بھی پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ اس اصول کو غلط طریقے سے سمجھنے لگے ہیں۔ بعض لوگ توکل کو سستی اور بے عملی کا جواز سمجھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ محض اللہ پر بھروسہ کر کے زندگی میں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے، جبکہ حقیقت میں توکل کو جدوجہد کے ساتھ جوڑا جانا چاہیے۔ اس غلط فہمی کی وجہ سے کچھ افراد توکل کے انکار کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور صرف دنیاوی اسباب پر انحصار کرنے لگتے ہیں، جو کہ روحانی ترقی اور ایمان کی کمزوری کا باعث بنتا ہے۔

**4۔** امام صاحب **بندگی** کے متعلق اپنے شاگرد کے سوال کے جواب میں بتاتے ہیں کہ عبودیت یا بندگی میں تین باتیں ہیں: پہلی یہ کہ شریعت کے حکم کی حفاظت کرنا، دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ قضاو قدر اور قسمت پر راضی رہنا۔ تیسری یہ کہ خواہشات اور اختیار کو چھوڑ دینا اور اللہ تعالیٰ کے اختیار اور خواہش پر خوش رہنا۔

بندگی کی حقیقت ایک گہرا روحانی تصور ہے جو انسان کی اللہ سے تعلق کو اور اس کی رضا کی جستجو کو واضح کرتی ہے۔ حقیقی بندگی اللہ کی رضا کی تلاش میں زندگی گزارنے کی ہے، جہاں انسان شریعت کی پیروی کرتا ہے، تقدیر کو تسلیم کرتا ہے، اور اپنی خواہشات کو اللہ کے ارادے کے مطابق ڈھالتا ہے۔ یہ ایک مکمل روحانی عمل ہے جس میں انسان کی ذاتی خواہشات اور اللہ کے حکم میں ہم آہنگی ہوتی ہے۔

**5۔** امام صاحب **اخلاص** کی اہمیت اور اس کے عملی اطلاق پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے تمام اعمال کو صرف اللہ کی رضا کے لیے کرے، نہ کہ لوگوں کی تعریف یا دکھاوے کے لیے۔ اگر انسان مخلوق کو اللہ کے اختیار کے تابع سمجھے تو وہ ریاکاری سے بچ سکتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کی نصیحتوں کا حوالہ دیتے ہوئے یہ سکھا رہے ہے کہ انسان کو صبر سے کام لینا چاہیے، اور جب تک کوئی چیز واضح نہ ہو، اس کا پیچھا نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت ذوالنون مصری کا قول بھی اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اس راہ میں حقیقی اخلاص اور قربانی کی ضرورت ہے۔ صوفیانہ راہ پر چلنے کے لیے محض باتوں یا خوش کن انداز کی بجائے عملی جدوجہد اور اپنی جان کی قربانی ضروری ہے۔

اخلاص ایمان کی پختگی کی نشاندہی کرتا ہے اور انسان کے روحانی تعلق کو اللہ کے ساتھ مضبوط کرتا ہے، جس سے اس کی عبادات اور اعمال میں صداقت اور پاکیزگی آتی ہے۔ دنیاوی مفادات سے دور رہ کر اللہ کی رضا کے لیے جینا، مخلصانہ عمل کرنا، اور صبر کے ساتھ اللہ کی تقدیر پر راضی رہنا انسان کی روحانی کامیابی کا راستہ ہے۔

## 2) آٹھ نصیحتیں

امام غزالی نے اپنے شاگرد کو آٹھ نصیحتیں لکھ کر بھیجی جن کے لیے شاگرد نے اپنے خط میں درخواست کی تھی۔ ان آٹھ نصیحتوں میں سے پہلی چار باتیں وہ ہیں جو انسان کو کرنی چاہئیں اور باقی چار وہ ہیں جس سے بچنا چاہئیں تاکہ یہ نصیحتیں دنیا و آخرت دونوں میں اس کے لیے کامیابی کا باعث بنے۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

### 1. مناظرہ کا اصول

اس نصیحت میں یہ بتایا گیا ہے کہ علم کے طالب علم کو بحث و مناظرہ سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ ان میں اکثر نقصان ہوتا ہے اور یہ ریاکاری، حسد، غرور، اور دشمنی جیسے منفی جذبات پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر بحث

کا مقصد صرف حق کی وضاحت ہو، تو نیت درست سمجھی جاتی ہے۔ بحث کے دوران اخلاص کی علامت یہ ہے کہ چاہے حق اپنے ذریعے ظاہر ہو یا دوسرے کے ذریعے، اس پر راضی رہنا چاہیے۔ علم کا طالب علم غیر ضروری سوالات اور اعتراضات سے اجتناب کرے، کیونکہ یہ محض وقت ضائع کرنے اور ذہنی انتشار کا سبب بن سکتے ہیں۔ علم کے متلاشی مختلف اقسام کے ہوتے ہیں:

**حاسد**، جو صرف حسد کی وجہ سے سوال کرتا ہے، جس کا علاج ممکن نہیں، اس سے بحث سے بچنا چاہیے۔

**احمق**، جو اپنی نادانی کی وجہ سے سوالات کرتا ہے اور اس کا علاج بھی ممکن نہیں، اس سے جواب نہ دیا جائے۔

**نصیحت بقدر ظرف**، جو محدود عقل کی وجہ سے حقائق کو نہیں سمجھ سکتا، اسے اس کی عقل کے مطابق جواب دینا چاہیے۔ اور **نصیحت کے قابل شخص**، جو حقیقت کا طالب ہوتا ہے اور اس کے سوال کا جواب دینا ضروری ہے تاکہ اسے صحیح رہنمائی مل سکے۔

آج کے دور میں یہ نصیحت بہت اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ مختلف اختلافات اور مباحثوں کا رجحان بڑھ چکا ہے، جس سے ریاکاری اور غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ فضول بحثوں سے بچیں اور اپنی توانائی صرف ان لوگوں کی رہنمائی پر صرف کریں جو حقیقت میں علم کے متلاشی ہیں، تاکہ ہم غیر ضروری اختلافات سے بچ سکیں اور اپنے علم کو مثبت مقصد کے لیے استعمال کر سکیں۔

## 2. وعظ کی حقیقت

یہ نصیحت ہمیں وعظ اور تقریر میں احتیاط برتنے کی اہمیت بتاتی ہے، کیونکہ ان میں ریاکاری اور فتنہ کے امکانات موجود ہوتے ہیں۔ وعظ کا مقصد صرف لوگوں کو آخرت کی یاد دلانا، اللہ کی بندگی کی طرف راغب کرنا اور عذاب سے ڈرا دینا ہونا چاہیے، نہ کہ اپنی قابلیت یا شہرت کو بڑھانے کی کوشش کرنا۔ واعظ کو اپنے دل میں یہ خواہش نہیں رکھنی چاہیے کہ لوگ اسے سراہیں، بلکہ اس کا مقصد صرف اللہ کی رضا کے لیے لوگوں کو نیکی کی طرف لانا ہو۔ وہ سامعین کو دنیا کی محبت سے ہٹا کر آخرت کی طرف مائل کرے، انہیں گناہوں سے توبہ کرنے اور بندگی کی طرف راغب کرے۔ اگر کوئی واعظ اپنی شہرت یا دنیاوی مقاصد کے لیے وعظ کرتا ہے، تو وہ دراصل لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ ایسے واعظ کو دین میں فساد پھیلانے سے بچانے کے لیے منبر سے روکنا چاہیے۔

عصر حاضر میں وعظ اور نصیحت کے اصل مقصد میں کمی آگئی ہے، جس کی وجوہات میں دنیاوی مفادات، شہرت کی خواہش، اور سوشل میڈیا کا اثر شامل ہیں۔ بہت سے واعظین اپنی ذاتی فائدے کے لیے وعظ کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے پیغامات کی روحانیت کمزور پڑ جاتی ہے۔ اس کمی کے اثرات سنگین ہیں، جیسے کہ لوگوں کی دین سے

دوری اور معاشرتی اخلاقی گراوٹ۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے، واعظین کو اپنی نیت صاف رکھنی چاہیے اور دین کی سچی تعلیمات کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرنی چاہیے تاکہ روحانیت میں اضافہ اور معاشرتی بہتری ہو سکے۔

### 3. امراء اور بادشاہوں سے دور رہنا

یہ نصیحت ہمیں متنبہ کرتی ہے کہ بادشاہوں، امیروں اور حکمرانوں کی صحبت اور ان کی تعریف و توصیف سے بچنا چاہیے، خاص طور پر اگر وہ فاسق یا ظالم ہوں۔ ان کے ساتھ زیادہ اٹھنے بیٹھنے سے انسان غیر محسوس طریقے سے ان کی دنیاوی خواہشات اور برے اعمال کی طرف مائل ہو سکتا ہے۔ نصیحت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ظالم حکمرانوں کی تعریف اور ان کے لیے درازی عمر کی دعا اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتی ہے، کیونکہ ایسا کرنا ان کے ظلم اور نافرمانی کو جاری رکھنے کی خواہش کا اظہار ہے۔ انسان کو ہمیشہ حق و انصاف کا ساتھ دینا چاہیے اور ظالم کے بجائے مظلوم کی حمایت کرنی چاہیے۔

یہ نصیحت معاشرتی اور دینی اعتبار سے گہری حکمت پر مبنی ہے، جو ہمیں ان لوگوں سے دور رہنے کی تاکید کرتی ہے جن کی زندگی میں ظلم اور فسق و فجور نمایاں ہیں، خاص طور پر اگر وہ بااختیار ہوں۔ بادشاہوں اور حکمرانوں کی صحبت میں وقت گزارنا نہ صرف دینی طور پر خطرناک ہو سکتا ہے بلکہ اس سے انسان کے کردار پر بھی اثر پڑتا ہے۔ نصیحت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ایک مسلمان کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ اپنے دل اور عمل میں حق و انصاف کو ترجیح دے۔ کسی فاسق یا ظالم کی تعریف اور اس کی عمر میں درازی کی دعا گویا اس کے اعمال کو قبول کرنے کے مترادف ہے، اور یہ دراصل ظلم کو پھیلانے کی خاموش تائید ہو سکتی ہے۔ اس لیے یہ لازم ہے کہ ہم انصاف، حق اور تقویٰ کی راہ اختیار کریں اور ایسے افراد سے تعلق نہ رکھیں جو اللہ کے احکامات کے خلاف ہیں۔ اس نصیحت کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے عقائد اور اخلاق کو ان برے اثرات سے محفوظ رکھیں جو بے اصول لوگوں کی صحبت سے جنم لیتے ہیں، اور ہم ہمیشہ مظلوموں کے حق میں آواز بلند کریں اور ظالم سے دور رہیں۔

### 4. حاکموں کے تحفے قبول نہ کرنا

حاکموں اور امراء کے تحائف قبول نہ کرنے کی نصیحت کی گئی ہے، چاہے وہ حلال مال سے ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ ان کے مال پر نظر رکھنے سے دین میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ ایسے انعامات قبول کرنے سے آدمی ظالموں سے محبت کرنے لگتا ہے اور ان کی عمر کی درازی کی دعا کرتا ہے، جس سے ظلم اور فساد بڑھتا ہے۔ شیطان انسان کو یہ دھوکہ دیتا ہے کہ ان حاکموں کا مال لے کر غریبوں میں تقسیم کر دے، مگر یہ شیطانی فریب ہے جو بہت سے لوگوں کو نقصان پہنچا چکا ہے۔ اس نصیحت کی تفصیل احیاء العلوم میں بھی موجود ہے۔

تاریخی حقائق اور عصر حاضر کے مشاہدات سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمرانوں کے تحائف قبول کرنا فرد کی اخلاقی حالت اور معاشرتی نظام کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہ مراعات بظاہر جائز دکھائی دے سکتی ہیں، لیکن ان کا اصل مقصد افراد کو حکمرانوں کے ظلم و فساد کی حمایت کی طرف مائل کرنا ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص کسی ظالم حکمران کی طرفداری کرتا ہے، تو وہ دراصل اس کے ظلم کو مضبوط کرتا ہے۔ اس نصیحت کا مقصد فرد کو اپنی خودداری برقرار رکھنے اور معاشرتی و اخلاقی نظام کی حفاظت کی جانب رہنمائی فراہم کرنا ہے۔

## 5. اللہ تعالیٰ سے تعلق کا طریقہ

امام غزالی کی اس نصیحت میں اللہ تعالیٰ سے تعلق اور بندگی کی اصل روح کو بیان کیا گیا ہے۔ وہ سمجھاتے ہیں کہ جس طرح ایک مالک اپنے غلام یا نوکر کی خدمت کو اس وقت سراہتا ہے جب وہ پوری خلوص اور وفاداری سے اپنے فرائض انجام دیتا ہے، اسی طرح بندے کو چاہیے کہ وہ اپنے خالق کے سامنے پوری فرمانبرداری اور اخلاص سے پیش آئے۔ امام غزالی کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنے خریدا ہوا غلام یا نوکر کی کمیوں پر درگزر کرتے ہیں، تو ہمیں اپنے حقیقی مالک کے سامنے بھی اخلاص اور عاجزی کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور اپنی بندگی میں کوئی کمی نہ آنے دیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ انسان کا حقیقی مالک اللہ ہے، جو اسے پیدا کرنے والا اور سب سے زیادہ مہربان ہے، اس لیے ہمیں اپنی زندگی کا ہر عمل اس کی رضا اور خوشنودی کے لیے انجام دینا چاہیے۔

اس نصیحت میں انسان کو اللہ تعالیٰ کے حقیقی مقام کا احساس دلایا گیا ہے کہ جس طرح ہم اپنے خریدار غلام سے بہترین عمل کی امید رکھتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ہم سے بہترین بندگی چاہتا ہے۔ جب ہم اپنی زندگی میں اللہ کی خوشنودی کو اولین ترجیح بناتے ہیں اور اس کی رضا کے لیے زندگی گزارتے ہیں، تبھی ہمارا تعلق اللہ سے حقیقی اور مضبوط ہوتا ہے۔

## 6. اللہ کے بندوں سے تعلق کا طریقہ

یہ نصیحت ہمیں انسانی تعلقات میں حسنِ سلوک اور انصاف کی تعلیم دیتی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ انسان کو دوسروں کے ساتھ ایسے برتاؤ کرنا چاہیے جیسے وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

یہ اصول اسلامی اخلاقیات کا بنیادی ستون ہے اور باہمی احترام و محبت کو فروغ دیتا ہے۔ حدیثِ نبوی کی روشنی میں ہمیں سمجھایا گیا ہے کہ انسان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے بھائیوں کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اس طرزِ عمل سے معاشرت میں خیر و برکت پیدا ہوتی ہے اور انسانوں کے دل میں

ایک دوسرے کے لیے محبت اور ہمدردی کی فضا قائم ہوتی ہے۔ اگر ہم اپنے رویے میں انصاف اور دوسروں کے لیے اخلاص کا مظاہرہ کریں، تو ہمارے تعلقات مضبوط ہوتے ہیں اور معاشرتی ہم آہنگی فروغ پاتی ہے۔ بہتر انسان بنے گا۔

### 7. مطالعہ کی تلقین

اس نصیحت میں امام غزالی علم کو بڑھانے کے لیے مطالعہ کی اہمیت واضح کرتے ہوئے علم کی حقیقت اور اس کے حصول کی درست سمت پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر انسان کو یہ یقین ہو کہ اس کی زندگی صرف ایک ہفتہ باقی ہے، تو ایسے میں وہ اللہ کا قرب چاہے گا۔ ایسے میں اسے صرف وہ علم حاصل کرنا چاہیے جو اس کے دل کی صفائی اور روحانی ترقی کے لیے فائدہ مند ہو۔ اور وہ اپنے دل کو اللہ کی محبت سے منور کرے، برائیوں سے پاک کرے اور اس کی عبادت میں مشغول ہونے کی کوشش کرے۔ کیونکہ مناظروں، کلامی مسائل، ادب یا دنیاوی علوم جیسے طب، نجوم، اور شعر وغیرہ اس وقت بے فائدہ ہیں، کیونکہ وہ روح کی ترقی کے لیے معاون نہیں ہیں۔ امام غزالی نے حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے یہ واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے، نہ کہ ہمارے اعمال یا ظاہری صورتوں کو[13]۔ اس لیے دل کی صفائی اور اللہ کے احکام پر عمل کرنا سب سے اہم ہے، اور دینی علوم کی بنیادی سمجھ ضروری ہے تاکہ انسان اللہ کی عبادت اور بندگی میں کامیاب ہو سکے۔

عصر حاضر میں علم کے حصول کا مقصد زیادہ تر مادی ترقی ہے جس کے باعث لوگ روحانی، اخلاقی اور دینی علم سے دور ہو گئے ہیں۔ اس کا نتیجہ روحانیت کا فقدان، معاشرتی اخلاق میں کمی، اور دینی علم سے دوری کی صورت میں سامنے آرہا ہے، جس سے سماجی فساد اور اللہ کی عبادت کے مقصد سے غفلت بڑھ رہی ہے۔

### 8. خوراک کا ذخیرہ نہ کرنا

اس نصیحت میں یہ کہا گیا ہے کہ انسان کو اپنے اہل وعیال کے لئے دنیا کے مال سے ایک سال سے زیادہ خوراک جمع نہیں کرنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں کے لئے ایک سال کی خوراک جمع کرنے کی اجازت دی تھی[14]، تاہم یہ صرف اس صورت میں تھا انسان کا توکل کمزور ہو۔ جن امہات المؤمنین کا یقین مضبوط تھا، ان کے لیے ایک دن کی بھی خوراک جمع نہیں کی گئی۔ اس سے یہ سکھایا گیا ہے کہ انسان کو اپنے رزق اور خوراک کا معاملہ اللہ کے حوالے کر دینا چاہیے اور دنیا کے مال کو اس سے زیادہ نہ جمع کرے جتنا ضرورت ہو۔ یہ نصیحت انسان کو توکل اور اللہ کی رضا پر یقین رکھنے کی اہمیت سکھاتی ہے۔ یہاں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ رزق کی کمی یا زیادتی کا دارومدار انسان کی محنت پر نہیں، بلکہ اللہ کی مرضی پر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ہمیں اپنے رزق کا ایک حصہ اللہ پر چھوڑ کر توکل کرنا چاہیے اور اپنی زندگی کے تمام معاملات میں اس کے

حکم کی پیروی کرنی چاہیے۔ اس سے ایک بڑا سبق یہ ملتا ہے کہ انسان کو دنیاوی مال کی فکر میں اتنا غرق نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اللہ کی رضا اور توکل کو نظر انداز کر دے۔

## خلاصہ بحث

امام غزالی کی کتاب ایھا الولد ایک بے مثال اور جامع روحانی رہنمائی ہے جو انسان کو علم، اخلاق، اور روحانیت کے اصل مقصد کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ امام غزالی کی نصیحتوں کا مقصد علمی مباحثوں میں مگن رہنے سے آگے بڑھ کر انسان کی روح کی اصلاح اور بہتر اخلاق کے ذریعے اللہ کے قریب پہنچنا ہے۔ اس کتاب میں وہ ہمارے سامنے ایک ایسا معیار پیش کرتے ہیں جس پر عمل کر کے ہم اپنی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں اور اللہ کی رضا حاصل کر سکتے ہیں۔ آج کے دور میں جہاں علم کا بیشتر حصہ دنیاوی مفاد اور مادی ترقی تک محدود ہو چکا ہے، امام غزالی کی یہ تعلیمات ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ حقیقی علم وہ ہے جو انسان کی روحانیت کو پروان چڑھائے اور اخلاقی سطح کو بلند کرے۔ ان کی نصیحتیں آج بھی اتنی ہی اہم اور مفید ہیں جتنی کہ ان کے زمانے میں تھیں، نوجوانوں کو صحیح سمت میں تربیت دینے کے لیے اسے تعلیمی نصاب میں شامل کرنا چاہیے۔

تاہم، اس کتاب کی ایک کمزوری یہ ہے کہ اس میں کچھ غیر مستند روایات کا ذکر کیا گیا ہے، جو ماضی کی اصلاحی کتب میں زیادہ دیکھی جاتی ہیں۔ اس کے باوجود، امام غزالی کی اس روحانی رہنمائی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اور یہ آج بھی ہمیں اپنی روحانیت کی بہتر سمجھ اور اخلاقی تربیت کی طرف رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

## سفارشات

1- تعلیمی اداروں میں امام غزالی کی کتابوں اور ان کی تعلیمات کو نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ نوجوانوں کو روحانیت اور اخلاقیات کے ساتھ ساتھ علمی تربیت حاصل ہو۔

2- مساجد، مدارس، اور دیگر مذہبی اداروں میں روحانی اور اخلاقی تربیت کے خصوصی پروگرامز شروع کیے جائیں۔

3- دینی علم کی تدریس میں صرف مستند اور صحیح علم کو فروغ دیا جائے۔

4- نوجوانوں کے لیے امام غزالی کی تعلیمات پر مبنی تربیتی ورکشاپس اور سیمینارز کا انعقاد کیا جائے۔

5- ان کی تعلیمات کو جدید مواصلاتی پلیٹ فارمز، جیسے سوشل میڈیا، یوٹیوب چینلز، اور ویب سائٹس پر پیش کیا جائے۔

6- تعلیمی اداروں اور ادارہ جاتی سطح پر روحانی تعلیم کو زیادہ اہمیت دی جائے۔

7- افراد کی روحانی سکون کے لیے خود احتسابی اور نفسیاتی بہتری پر زور دیا جائے۔

8-امام غزالی کی تعلیمات کی روشنی میں خدمت خلق کے منصوبے شروع کیے جائیں۔

## حوالہ جات


1 ـ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سوره السلمی الترمذی، الجامع الكبير (سنن الترمذی)، رقم: 2317، جلد 3، بیروت: دار الغرب الاسلامی ، 1998

2 ـ جمال الدين عبد الرحمن بن على بن محمد ابن جوزى ،الموضوعات، تحقيق: عبد الرحمن محمد عثمان، مدينه منوره:المكتبة السلفية ،اشاعت: جلد: 1386ھ (1966ء)، ص: 281

3ـ ابو احمد عبد الله بن عدى الجرجانی، الكامل فی ضعفاء الرجال ، جلد: 6، ، ص: 115بیروت: دار الفكر، 1988،

شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، جلد: 3،ص: 451، بیروت: دار الكتب العلميه، 1995

احمد بن علی بن محمد بن حجر عسقلانی، لسان الميزان،جلد: 5،ص: 315 بیروت: مؤسسة الاعلمی للمطبوعات2002، محمد ناصر الدين البانی، ضعيف الجامع الصغير، رقم : 5159، رياض: المكتب الاسلامي،1988

4ـامام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن ترمذی، ،بیروت، لبنان: دار الكتب العلمية،1997ء، جلد: 3، رقم: 2469

5ـمحمد بن اسماعيل بن ابراہيم البخاری، صحيح بخاری، كتاب الإيمان، رقم: 8، جلد: 1، بیروت :دار طوق النجاة ،2001

6ـ امام احمد بن حنبل، السنّة، بیروت: دار الكتب العلمية، 1985ءـ،

7ـ امام ابن رجب الحنبلی، جامع العلوم والحكم، رياض: مكتبه دار السلام، 1999ءـ ،

8ـ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سوره الترمذی، جامع الترمذی،كتاب صفة القيامة، رقم: 2459، جلد 4، بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1998ء

9 ـ ابو عبدالله محمد بن احمد القرطبی، الجامع لاحكام القرآن (تفسير قرطبی)، جلد: 10، ص: 401، بیروت: دار الكتب العلميه.

10 ـ محمد بن حسین بن محمد بن موسی، ابو عبدالرحمن السلمی، طبقات الصوفيه،تحقيق و اشاعت: مصطفیٰ عبدالقادر عطا بیروت: دار الكتب العلميه،1419ھ/1998ء،ص: 18، https://lib.eshia.ir/10473/1/18

شقیق بلخی (وفات:194ھ /810ء) خراسان کے مشہور اولیاء اور زاہدین میں سے تھے۔ ان کا مکمل نام شقیق بن ابراہیم بلخی ہے۔ وہ اپنے وقت کے معروف صوفی اور عارف تھے اور ابتدائی صوفی سلسلوں میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ شقیق بلخی کو اسلام میں زہد و تقویٰ اور عرفان کے باب میں ممتاز حیثیت حاصل ہے۔

11 ۔ محمد بن حسین بن محمد بن موسی، ابو عبدالرحمن السلمی، طبقات الصوفیه،تحقیق و اشاعت: مصطفیٰ عبدالقادر عطا بیروت: دار الکتب العلمیه،1419ھ/1998ء،ص: 118، https://lib.eshia.ir/10473/1/118

حاتم اصم (وفات:237ھ /852ء) اسلامی تاریخ کے مشہور صوفی، عارف اور زاہد بزرگوں میں سے تھے۔ ان کا پورا نام حاتم بن عنوان بلخی ہے اور وہ خراسان کے علاقے بلخ سے تعلق رکھتے تھے۔ انہیں ان کی بردباری، حلم اور تقویٰ کی وجہ سے "اصم" (بہرہ) کہا جاتا ہے، حالانکہ وہ حقیقتاً بہرے نہیں تھے۔ وہ حضرت شقیق بلخی کے شاگرد تھے اور زہد، تقویٰ، توکل، اور اخلاص میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ انہیں "لقمانِ زمانہ" کہا جاتا تھا اور ان کے اقوال و نصیحتیں لوگوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ تھیں۔ ان کی زندگی صوفیاء کے لیے ایک مثال ہے۔

12۔ "سالک" عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے "راہ چلنے والا" یا "سفر کرنے والا"۔ اصطلاحی طور پر، یہ لفظ روحانیت میں استعمال ہوتا ہے اور اس کا مطلب ہے وہ شخص جو اللہ کی رضا اور قربت کے لیے روحانی سفر یا تصوف کی راہ پر گامزن ہو۔ سالک وہ فرد ہوتا ہے جو اپنی روحانیت کی تکمیل کے لیے اپنے نفس کو پاک کرنے، اللہ کی عبادت میں مشغول ہونے اور روحانی رہنمائی کے حصول کے لیے مجاہدہ کرتا ہے۔

13 ۔ امام مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری، صحیح مسلم،کتاب البر والصلة، رقم: 2564، جلد: 4، بیروت: دار إحیاء التراث العربی، 2001ء

14 ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری،الجامع الصحیح (صحیح بخاری)، کتاب الرقاق، رقم: 6460، جلد: 8، بیروت: دار طوق النجاة:2001ء

## مصادر و مراجع


1-امام محمد غزالی، مجموعہ رسائل امام غزالی، جلد اول کراچی: دار الاشاعت: طبع اول 1990.

2-امام محمد غزالی، احیاء العلوم، مولانا ابوالحسن علی ندوی، لاہور: ادارہ اسلامیات، 1995

3-امام غزالی، منہاج العابدین، مترجم: مولانا محمود غزنوی، اسلام آباد: مکتبہ دارالسلام، 2003

4-امام غزالی، کیمیاء سعادت، مترجم: علامہ محمد اقبال، لاہور: مکتبہ اسلامی، 1989

5-امام غزالی، حکمت عملی، مترجم: مولانا عبدالرزاق بن عبداللہ، کراچی: مکتبہ دارالکتاب، 2010

6-امام غزالی، فلسفہ تصوف، مترجم: مولانا عبدالستار، لاہور: مکتبہ اقرا، 2002

7-امام غزالی، اسلامی اخلاقیات، مترجم: مولانا احمد رضا خان، اسلام آباد: مکتبہ دارالسلام، 2005

8-ڈاکٹر محمد حسین، فلسفہ اسلامی میں امام غزالی کی اہمیت، لاہور: دارالفکر، 2010

9-مولانا اشرف علی تھانوی، تصوف اور امام غزالی، اسلام آباد: مکتبہ دارالسلام، 2008

10-ڈاکٹر سید محمود الحسن، ایھاالولد: امام غزالی کی اخلاقی تعلیمات، کراچی: مکتبہ معارف، 2006

11-ڈاکٹر علی محمد، اسلامی اخلاقیات میں امام غزالی کا کردار، لاہور: ادارہ اسلامیات، 2012

12-پروفیسر شاہد رشید، دین واخلاق: امام غزالی کی فکر، کراچی: مکتبہ نور، 2015

13-ڈاکٹر عبدالستار خان، امام غزالی کی فکری بصیرت اور اس کا اثر، لاہور: مکتبہ ارمغان، 2018

14-پروفیسر حفیظ اللہ، امام غزالی: ایک روحانی رہنما، اسلام آباد: مکتبہ حکمت، 2011

15-علامہ سید محمد حسین، تصوف اور اس کے اسلامی پہلو، لاہور: مکتبہ اسلامی، 2004